AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

مسلم معاشروں میں تہذیب اور زوال: مالک بن نبی کی فکر کا تنقیدی جائزہ

Civilization and Decline in Muslim Societies: A Critical Review of Malek Bennabi's Thought

Dr. Samiul Haq
Assistant Professor VF Institute of Islamic Perspectives and Guidance (IIPG) University of Management and Technology, Lahore
v31870@umt.edu.pk
samiulhaqs@gmail.com

Dr. Ihsan Ullah
Assistant professor of Islamic Studies & Faham Ul Quran Abasyan University Islamabad Park Road Campus. ihsanllah@abasynisb.edu.pk

Dr. Muhammad Inam Ul Haq
Senior Lecturer, Department of Islamic Studies,Shifa Tameer-E-Millat University, Islamabad Park Road Campus
inam.fssh@stmu.edu.pk

Abstract

This paper critically examines the civilizational thought of Malek Bennabi, a prominent Algerian intellectual of the 20th century, who emphasized the indispensable role of religion in the rise and fall of civilizations. According to Bennabi, civilization is not merely a material construct but a comprehensive system shaped by spiritual, ideological, and cultural foundations. The study explores his views on the integration of religion and ideology, categorizing them into foundational and practical ideas which influence both individual behavior and collective social structures. Bennabi identifies the emergence of Islamic civilization with the advent of the Qur'an, arguing that it transformed a tribal and nomadic Arab society into a vibrant historical civilization. He outlines a three-stage trajectory of civilizational decline spiritual, intellectual, and instinctual highlighting the eventual dominance of base instincts and the erosion of ethical and rational faculties. The paper also reviews his concept of "post-civilizational society," which explains the Muslim world's stagnation as a result of the loss of spiritual motivation and the absence of a cohesive worldview. Furthermore, Bennabi critiques the failure of the Islamic Renaissance movements in modern times, attributing it to a lack of clear objectives, improper diagnosis of social issues, and the absence of effective models for progress. He emphasizes that

cultural and psychological rehabilitation is essential for reversing decline. Finally, the paper discusses Bennabi's assessment of economic underdevelopment in Muslim countries, identifying it as a cultural and structural issue rather than a purely economic one. The study concludes by underlining the contemporary relevance of Bennabi's insights for Muslim revivalism.

Keywords: *Civilization, Decline, Religion and Ideology, Islamic Renaissance, Cultural Rehabilitation*

تاریخِ انسانی میں تہذیبوں کے عروج وزوال کا گہرا تعلق ان کے فکری، مذہبی اور ثقافتی بنیادوں سے ہوتا ہے۔ مالک بن نبی، بیسویں صدی کے ممتاز مسلم مفکر، اس تعلق کو نہایت باریکی سے واضح کرتے ہیں۔ اُن کے مطابق مذہب نہ صرف ایک روحانی و اخلاقی ضابطہ ہے بلکہ ایک متحرک قوت ہے جو معاشرتی اقدار، ثقافت اور نظریات کو بنیاد فراہم کرتی ہے اور تہذیبوں کی تشکیل میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ تہذیب کا زوال محض مادی یا سیاسی مسئلہ نہیں بلکہ فکری و ثقافتی انحطاط کا نتیجہ ہے۔ اس مقالے میں مالک بن نبی کی فکری جہات کا تجزیہ کیا گیا ہے، خاص طور پر تہذیب کی تشکیل، نشاۃ ثانیہ، اور مسلم معاشروں کی پسماندگی جیسے موضوعات کے تناظر میں۔ مقصد یہ ہے کہ ان کے تجزیاتی نمونے کو بروئے کار لا کر معاصر مسلم دنیا کے فکری زوال کی وجوہات کو سمجھا جا سکے۔

مبحث اول: مذہب اور حضارہ

مالک بن نبی کا خیال ہے کہ مذہب براہ راست یا بالواسطہ تہذیبوں کی بنیاد ہے۔[1] ان کے مطابق مذہب، قدرتی قوانین اور دیگر کائناتی اصولوں کی طرح ایک ضابطہ حیات بھی ہے اور تہذیبوں کے عروج کا فیصلہ کن عنصر بھی۔[2] نیز، مالک کے مطابق، مذہب روح اور معاشرے دونوں کے درمیان فاعلیت کا کردار ادا کرتا ہے۔ لہٰذا مذہب سماجی اقدار کا ڈھانچہ ہے۔ یہ اپنی ابتدائی حالت کے دوران یہ کردار ادا کرتا ہے۔ اُن کے مطابق آئیڈیالوجی "افراد کی سرگرمی کو یکجا کرتی ہے اور اسے ایک مشترکہ سرگرمی میں مؤثر محرکات کے ذریعے تبدیل کر دیتی ہے جس سے اسے تاثیر اور تناؤ ملتا ہے اور ایسا طریقہ کار جو توانائیوں کو متحد کرتا ہے اور ان توانائیوں کے تاریخی دھارے کا تعین کرتا ہے۔"[3]

مذہب اور نظریے کا تعلق:

مذہب اور نظریے کے درمیان تعلق کا تعین کرنے کے لیے مالک نظریے کے دائرہ کار کا تعین کرتے ہیں جو کہ سابقہ تعریف کے مطابق نظریات سے متعلق ہے، جو کہ دو طرفہ ہے:

(ا) بنیادی اور اساسی افکار:

یہ وہ افکار ہیں جو ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتے ہیں ان میں نسلوں کی پرورش اور معاشرے کی ثقافتی بنیادوں کو تشکیل دینے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ وہ مخصوص مراحل میں نسل کی اخلاقیات کی عکاسی کرتے ہیں، اور یہ ما قبل تہذیب کے معاشرے کی خصوصیات ہیں جو اس کی ابتدائی سرگرمیوں کے حوالے سے ہیں۔

(ب) عملی خیالات:

یہ وہ افکار ہیں جو فنی اور تکنیکی طور سے ایک گروہ سے ظاہر ہوتے ہیں، اور معاشرے کی سرگرمیوں کو ڈکٹیشن دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ہر نسل قدرتی طور پر اپنے تاریخی حالات کے مطابق اور اپنی سرگرمیوں کو مزید بہتر اور تیز تر بنانے کے لیے ان خیالات میں حالات کے

مطابق ترمیم کرتی ہے۔ تاہم جیسے جیسے معاشرہ اگلے مرحلے کی طرف بڑھتا ہے اور حضارہ کا دور شروع ہوتا ہے، اس میں کچھ تبدیلیاں آتی ہیں جو مکمل طور پر ثقافتی انقلاب سے ملتی ہیں، جس سے اس کے تکنیکی طریقہ کار پر ایک محدود اثر پڑتا ہے۔ لیکن جہاں تک اس کی اخلاقیات کا تعلق ہے تو وہ اسے یکسر بدل دیتے ہیں۔ جب کہ تکنیکی اشیاء کے طریقہ کار میں تہذیب کے اگلے مرحلے تک کوئی تبدیلی نہیں آتی۔[4]

عملی افکار معاشرے کو مخصوص سانچے میں ڈھالتے ہیں اور اس میں نئے تعلقات کا تعین کرتے ہیں۔ تاہم، اس سب کی وجہ مذہب کے علاوہ کوئی نہیں ہے، لہٰذا تہذیب ابتدائی اور بنیادی اقدار اور عملی افکار و نظریات سے پیدا ہوتی ہے۔ مزید بر آں، ابتدائی اقدار اور ثقافت فرد کی توانائی کو ڈکٹیٹ کرنے کا ذمہ دار ہے جبکہ عملی افکار و نظریات معاشرے کی توانائیوں کو رُخ دینے کا ذمہ لیتا ہے۔ الہٰذا، انفرادی عمل اور اجتماعی عمل کے درمیان انضمام ایک منظم منصوبہ بندی کے تناظر میں نظریہ کے ذریعے ہوتا ہے تاکہ تہذیب پیدا ہو۔[5]

مذکورہ بالا بحث سے یہ واضح ہوا کہ نظریہ تہذیب کی تشکیل میں ثقافت کا ساتھ دیتا ہے۔ لہٰذا، نظریے کی عدم موجودگی تعمیر میں رکاوٹ ڈالتی ہے اور فرد کی سرگرمی کو اس تناؤ سے محروم کرتی ہے جو اسے مشترکہ کارروائی میں شامل کرنے میں سہولت فراہم کرتی ہے۔

مالک بن نبی کی فکر کے دو اہم اور بنیادی محوروں کا اپنے مذہبی اور نظریاتی مدار میں ثقافت اور تہذّب کے حوالے سے جائزہ لینے کے بعد ضروری ہے کہ اُن کے اُس معاشرے کے بارے میں نظریہ کی وضاحت بھی کی جائے جس میں یہ تین عناصر یعنی ثقافت، تہذیب اور نظریہ اٹھتے ہیں۔ نیز اس حالت کا بھی جائزہ لیا جائے جس میں اسلام کے ظہور سے لے کر آج تک عرب اور مسلم معاشرے موجود تھے اور خود اُس معاشرے کی حالت کا بھی جس میں مالک بن نبی خود رہتے تھے۔

مالک بن نبی کے مطابق جاہلی دور (قبل از اسلام) کا عرب معاشرہ غیر فعال اور دیہاتی تھا۔[6] اس معاشرے پر ایک قبائلی اور ایک چھوٹے سے معاشرہ کا اطلاق کیا جاسکتا ہے، اس کے افراد ایک محدود ثقافتی زندگی گزار رہے تھے۔ اس کا مذہبی عقیدہ بت پرستی پر مبنی تھا، معاشرے میں اشیاءِ ضروریہ کی کمی تھی اور جن بنیادی وسائل کی ایک شخص کو زندہ رہنے کے لیے ضرورت ہوتی ہے، اُن تک رسائی محدود تھی۔ اس کی سب سے نمایاں فکری جستجو شاعری تھی، اور کوئی تہذیبی معیارات موجود نہیں تھے سوائے مخصوص روایتی اصولوں کے جیسے کہ بے سہارا لوگوں کو پناہ دینا اور مہمان نوازی وغیرہ۔[7]

اس کے بعد اسلام آیا جس نے اس قدیم بدوی معاشرے کو ایک تاریخ ساز معاشرے میں بدل دیا۔ قرآن کے نزول کے ساتھ ثقافت کی ایک نئی دنیا ابھری اور اسلام اس قابل ہوا کہ جاہلی معاشرے کی اہم توانائی کو مہذب معاشرے کے تقاضوں کے ہم آہنگ کر سکے۔ مالک بن نبی کے خیال میں قرآن کریم کے نزول ہی کی وجہ سے تہذیب نے عروج پائی اور اسی کی وجہ سے معاشرے کے افراد میں موجود صلاحیتیں منظم ہوئیں جس کی وجہ سے معاشرہ بداوت سے حضارت کی طرف منتقل ہوا۔[8]

اس کے علاوہ مالک بن نبی کے مطابق، اسلام نے اخلاقی خوبیوں پر مبنی ایک ایسی ثقافت تیار کی جو عملی طور پر پیش کی گئی اور جس نے حقیقت کی شکل اختیار کی، درذیل مظاہر کو دیکھیے:

(ا) ایمان اور محنت کے درمیان تعلق

(ب) الانصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات

(ج) قرآنی افکار کی پابندی کے ذریعے سماجی روابطے کے مضبوط نیٹ ورک کا قیام

یہ سب کچھ عملی طور پر کرکے دکھایا نہ کہ ایسے تصورات کے طور پر جو فقہائے شرعی کے ہاتھوں سکھائے جاتے ہوں، بلکہ ایک عملی اور اثر انگیز حقیقت کے طور پر پیش کیا جس نے براہ راست ہر فرد اثر ڈالا۔[9]

یہ اسلامی ثقافت کے ظہور اور اس کے تاریخی معاشرے کی پیدائش کے بارے میں مالک کے خیالات ہیں۔ لیکن اس معاشرے کی موجودہ حالت کیا ہے؟

تہذیبی زوال کے مراحل:

مالکبن نبی کے مطابق، تہذیب کے دائروں کا تجربہ کرنے کے بعد عرب اور مسلم دنیا زوال کے مرحلے میں داخل ہوئی ہے۔ یہ کام الجزائر میں موحدین کی ریاست کے خاتمے 668ہجری (1269عیسوی) سے شروع ہوا ہے۔ مالک بن نبی کے نزدیک یہ دائرہ درج ذیل مراحل پر مشتمل ہے:

(1)روحانی مرحلہ:

اسلامی تہذیب کا یہ مرحلہ اسلام کے ظہور سے لے کر 38ہجری (657عیسوی) تک جاری رہا۔

(2)فکری مرحلہ:

یہ 38 ہجری سے 668 ہجری تک (657-1269 عیسوی تک) بڑھا۔ یعنی معرکہ صفین کے اختتام سے جس میں مالک بن نبی کے مطابق حضرت معاویہ نے مادے اور روح کے درمیان توازن کو ختم کردیا جس سے فرد کے عقیدے سے وابستگی کے باوجود معاشرے میں عدم توازن پیدا ہوگیا۔ اس مرحلے کی خصوصیت صنعتی سوچ کی ابتدائی علامات کی ظہور تھا جس کی وجہ سے بنیادی طور پر اس مرحلے کو فکری بالادستی حاصل تھی۔

(3)جبلت کا مرحلہ:

اس مرحلے میں مذہب کے سماجی کردار کا خاتمہ ہوا جب روح اور عقل خالی ہوگئے اور جبلتیں ابھر کر معاشرے کے رویے، اس کے ارکان اور اس کی تہذیب پر اثر انداز ہوگئیں۔ تہذیب خود جمود اور تنزلی کا شکار ہونے لگی اور اس کے نتیجے میں وہ عوامل جو معاشرے کو اوپر کی طرف لے جانے کی صلاحیت رکھتے تھے، نے کام کرنا بند کردیا اور معاشرتی تہذیب اپنا جواز کھو بیٹھی۔ دھیرے دھیرے سوچ، عمل اور عقل کو سہارا دینے والی قوت محرکہ ختم ہوگئی جس کی وجہ سے:

(1) عقل اور ضمیر کے درمیان تصادم کا بگاڑ پیدا ہوا۔ اس مرحلے پر علم و معرفت کی جگہ موقع پرستی لے لیتا ہے، اور اپنا انسانی اور سماجی حیثیت کھو دیتا ہے جب کہ علم اور ضمیر کے درمیان خلیج بتدریج وسیع ہوتی گئی۔

(2) ثقافت جمود کا شکار ہوگئی اور اس پر لفاظی، سختی، منفیت اور استعمار کی طرف رغبت کا رویہ غالب آگیا۔

(3) فرد اور معاشرے دونوں کے رویے میں فعالیت اور مستعدی ختم ہوگئی۔

(4) منفی نفسیاتی عناصر لاشعور میں جمع ہوتے گئے اور روح کا اثر عقل پر مسلسل کم ہوتی گئی جس سے رویے پر جبلتوں کا غلبہ ہوگیا۔[10]

اس طرح، مالک نے عالم عرب اور عالم اسلام میں پسماندگی، کمزوری، تنزلی اور جمود کی موجودہ صورت حال کو "تہذیب کا مسئلہ" قرار دیا اور اس بات پر زور دیا کہ "بہت سے مسائل جن کو ہم پسماندگی اور دیگر ناموں سے تعبیر کرتے ہیں در حقیقت ایک ہی مسئلے کے مختلف نام ہیں

اور وہ ہے "تہذیب کا مسئلہ"۔[11] اُن کی نظر میں مسلم معاشرہ درحقیقت ایک ہی بیماری کا شکار ہے، یعنی تہذیب کا فقدان۔ اس لیے انھوں نے مناسب سمجھا کہ علاج کی تلاش میں اصل مرض کی تشخیص کی کوشش کی جائے۔

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ پسماندگی، ترقی اور سماجی تبدیلی، نشاۃ ثانیہ، بیداری،ارتقاء، ترقی، اصلاحات، وغیرہ (""Growth", "Reform", "Progress "Reawakening", "Evolution", Renaissance") کے مترادف اصطلاحات ہیں، جو فکر اور اصلاح کے میدان میں معاصر عرب اور مسلم مفکرین نے استعمال کئے ہیں اور ان کا مقصد اصلاح، ترقیا تبدیلی کے طریقہ کار کی نشاندہی کرنا ہے۔

مبحث دوم: اسلامی نشاۃ ثانیہ کا آغاز

مالک بن نبی کے مطابق اسلامی نشاۃ ثانیہ کا آغاز جمال الدین الافغانی کی کوششوں سے 1858 میں ہوا۔[12] انہوں نے نشاۃ ثانیہ کے معنی واضح کرتے ہوئے کہا کہ یہ نوآبادیاتی نظام کے خلاف مسلم عوام کے رد عمل کے نتیجے میں آیا ہے "جب ہم 19ویں صدی کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں واضح طور پر نظر آتا ہے کہ نشاۃ ثانیہ مختلف نوآبادیاتی ممالک میں ایک عمومی رجحان اختیار کر گیا تھا، اور یہ کہ نوآبادیاتی آقاؤں کی طرف سے پیدا ہونے والے نئے نفسیاتی، معاشی اور سیاسی حالات ہی نشاۃ ثانیہ کی تحریک کے لیے براہ راست ذمہ دار ہیں۔"[13]

اس کی وضاحت کے لیے مالک بن نبی نے مسلم دنیا میں نشاۃ ثانیہ کا موازنہ دوسرے نوآبادیاتی ممالک جیسے جاپان کے نشاۃ ثانیہ سے کیا ہے جو کہ 1868 میں استعمار کی وجہ سے بیدار ہوا اور 1905 تک روسی استعمار کے سامنے کھڑا ہونے کے قابل ہو گیا۔ تقریباً ان چالیس سالوں کے دوران جاپانیوں نے شہد کی مکھیوں کی طرح مل کر کام کیا اور سائنس اور ٹیکنالوجی کی بہترین منصوبہ بندی کے ذریعے ایک ترقیافتہ ملک بن گیا اور پُر اعتماد طریقے سے اپنے دفاع اور تہذیب کی طرف آگے بڑھنے کے قابل ہوا۔ مالک بن نبی مسلم دنیا میں نشاۃ ثانیہ کے لئے کی گئی کوششوں کو ایک ایسے معالج کی کوششوں سے تشبیہ دی ہے، جو بیماری کے بجائے اس کی علامات کا علاج کرتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ "نشاۃ ثانیہکے لئے مسلم دنیا کی کوششیں در اصل بیماری کی بجائے علامات کی طرف توجہ ہے، نتیجہ بالکل ویسا ہی نکلا کہ کوئی تپ دق کا علاج اینٹی بایوٹک کے بجائے سکون آور ادویات سے کرے۔ جب بھی بیماری کی علامت ظاہر ہوتی ہے تو اسے فارماسسٹ کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتا ہے جو painkiller دے کر مریض کو خاموش کر دیتا ہے۔ اسی طرح مسلم دنیا یہ معلوم کرنے کے بجائے کہ اس کی بیماری کیا ہے اور اس کا علاج کیا ہے، خود مغربی دواخانہ سے صرف سکون آور ادویا تلینا کافی سمجھتی ہے۔"[14]

اس لیے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ مسلم معاشرہ ابھی تک اپنی تہذیب کو تشکیل دینے سے قاصر ہے۔ مسلمانوں نے اب تک جو کچھ حاصل کیا ہے اسے زیادہ سے زیادہ مالک بن نبی کے مطابق "تہذیب کا آغاز" ہی کہہ سکتے ہیں یا یہ وہ مرحلہ ہے جہاں مسلم دنیا میں تمام سماجی کوششوں کا رخ تہذیب کی تشکیل کی طرف ہوتا ہے، حالانکہ جاپان اور چین جیسے معاشروں نے بھی اسی دور میں ترقی کی طرف سفر شروع کیا تھا۔[15]

ناکامیوں کے وجوہات

مالک بن نبی کے مطابق مسلم مفکرین کی طرف سے اسلامی دنیا کیبیداری اور ترقی کے لیے کی جانے والی کوششیں نتیجہ خیز فوائد حاصل کرنے میں ناکام ہوئیں؟ ان کی وجوہات کو انھوں نے مندرجہ ذیل درجہ بندی کے ساتھ پیش کیا ہے:

(1)نفسیاتی پہلو:

ایک وجہ مسلمانوں کی نفسیات ہیں۔ اُن کے مطابق الجزائر میں مابعد موحدین دور کے افراد اس کی زندہ مثال ہیں جو اپنی ماضی کی باقیات سے متاثر ہوئے اور پسماندگی کے جراثیم کو اپنے ساتھ منتقل کیا، جس نے نشاۃ ثانیہ کی تمام کوششوں میں رکاوٹ ڈالی۔ نشاۃ ثانیہ کی موجودہ کوششوں کو درپیش مسائل کی وجہ اس دکھی اور پسماندہ تصویر کو قرار دیا جاسکتا ہے جو ہماری موجودہ نسل میں ہمارے کسانوں یا ہمارے خانہ بدوش چرواہوں کی معصوم شکل میں ہمارے سامنے ہے، جو سادہ زندگی گزارتے ہیں مگر بہت مہمان نواز ہیں۔[16]

(2)سوچ کا پہلو:

اس پہلو سے اسلامی نشاۃ ثانیہ کی ناکامی کو تین عوامل سے منسوب کیا جاسکتا ہے:

(i)نشاۃ ثانیہ کے مقاصد کی واضح تشخیص کا فقدان:

یہاں پر مالک بن نبی کا مفروضہ اس فلسفے پر مبنی ہے کہ کوئی بھی تحریک جو اپنا مقصد کھو دے یا اسے واضح طور پر متعین کرنے میں ناکام ہو جائے، وہ دراصل راستے سے بھٹکنا، جدتوں کا فقدان، ہدف کا نسیان اور اتفاقیات کے قانون کے تابع ہو جاتا ہے۔ بالکل یہی کچھ اسلامی نشاۃ ثانیہ کی تحریک کے ساتھ ہوا جو دنیا کے دیگر حصوں کے حالات کے برعکس اپنے مقاصد، سمت اور وقت کا تعین کرنے میں ناکام رہی۔ اس بات کی وضاحت کے لیے، مالک بن نبی نے ریاستہائے متحدہ امریکہ اور جمہوریہ لائبیریا میں فرد کی اوسط سالانہ فی کس آمدنی کے درمیان موازنہ کیا۔ شروع میں 1955 میں اوسط 1850$ تھی جبکہ بعد میں یہ صرف 38$ رہ گئی۔ مالک کے مطابق جاپان میں سالانہ فی کس آمدنی +200$ ہے۔

اس کے بعد اس نے دنیا کو جغرافیائی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا، ایک وہ جس کی اوسط فی کس آمدنی 200$ سے زیادہ ہو اور دوسرا وہ جو اس سے کم آمدنی والے ہیں۔ پہلا مغربی تہذیب کی نمائندگی کرتا ہے، جو سان فرانسسکو سے واشنگٹن اور ٹوکیو تک پھیلا ہوا ہے، جبکہ دوسرا رطنجہ سے لے کر جکارتہ تک پھیلا ہوا ہے، اور اسے ماقبل تہذیب کے علاقے کے نام دیا ہے۔ پہلا جغرافیائی علاقہ اس کی نشاندہی کرتا ہے جسے مالک نے بیداری اور نشاۃ ثانیہ کے لئے ضروری شرائط قرار دیا ہے۔ یہ تہذیب کی وہ پیشگی شرائط ہیں جن پر فرد کی تقدیر لٹکی ہوئی ہے۔ اس کے مستقبل کا رزق تب یقینی ہو جاتا ہے جب ان شرائط کا ادراک ہو جاتا ہے اور جب وہ فنا ہو جاتے ہیں تو ضائع ہو جاتا ہے۔

مالک بن نبی نے اس کی مزید وضاحت کے لئے دنیا میں کوئلے کی فی کس کھپت کے اعداد و شمار کا جائزہ لیا ہے۔ ان کے مطابق مثال کے طور پر ریاستہائے متحدہ امریکہ میں کوئلے کی فی کس کھپت آٹھ ٹن ہے جبکہ ہندوستان میں صرف ایک سو دس کلوگرام فی کس ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جو مالک کے ڈیزائن کردہ جغرافیائی تقسیم کو تقویت دیتی ہے۔ ایک براعظم خوشحالی کی تمام خصوصیات کا حامل ہے کیونکہ اس کی تہذیبی ثقافت فرد کی زندگی کو تحفظ اور تمام سماجی حقوق فراہم کرتی ہے، جب کہ دوسرے براعظم پر محرومی کا غلبہ ہے، کیونکہ اس کی سماجی زندگی تہذیب کے درجے سے نیچے ہے۔ دونوں صورتوں میں اگر بجلی کی کھپت کے چارٹ کا جائزہ لیا جائے تو وہی نتیجہ نکلے گا۔ اس لیے مالک بن نبی کے خیال میں یہ ضروری ہے کہ اسلامی نشاۃ ثانیہ کو تاریخی تحریک کی طرح اپنا ہدف متعین کرنا چاہیے اور پھر ایک سماجی عمل کے طور پر تہذیب کو اپنا مقصد سمجھنا چاہیے، تاکہ رکاوٹوں کو عبور کیا جاسکے۔[17]

(ii)سماجی مشکلات کی صحیح تشخیص کا فقدان:

مالک بن نبی کے نزدیک سماجی مسائل کی تشخیص میں ناکامی اس حقیقت کی بنیاد پر ہے کہ آج کا مسلمان اب تک چیزوں کی نوعیت کے بجائے غلط فکری عادات کی بنیاد پر سوچتا ہے اور بغیر کسی تحفظات کے اسی سوچ کو لاگو کرتا ہے، ایسی صورت منفی کردار ادا ہوتا ہے اور ترقی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی ہوتی ہیں۔[18]

(iii)مطلوبہ اہداف اور امکانات کو حاصل کرنے کے ذرائع کی وضاحت کا فقدان:

عرب دنیا اس لئے ترقی حاصل کرنے میں ناکام ہوئی کیونکہ یہ بطور تاریخی تحریک اپنے مقاصد کے تعین میں ناکام رہی ہے، اسلامی نشاۃ ثانیہ کی تحریک بھی بطور ایک سماجی عمل کے اپنے طریقہ کار سمجھانے میں ناکام رہی ہے۔ مقاصد کے تعین میں ناکامی بلاشبہ ذرائع اور وسائل کے تعین میں غلطی کا باعث بنتی ہے اور تہذیب کے قانون کی تبدیلی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ قانون یہ ہے کہ تہذیب اپنی مصنوعات خود تیار کرتی ہے، لیکن اسلامی دنیا نے اس کو تبدیل کر کے مغربی مصنوعات کے ذریعے اپنی تہذیب کی تعمیر شروع کی۔[19]

مالک بن نبی کے مطابق بیسویں صدی میں جو بہترین مہذب معاشرے مسلمانوں کو ترقی کے مستند نمونے پیش کر سکتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(1) وہ مغربی ماڈل جہاں تہذیب کی تشکیل صدیوں میں مکمل ہوئی اور جو اپنے قدیم رنگ میں خاص طور پر انگلستان اور فرانس میں موجود ہے۔

(2) وہ جاپانی ماڈل جس نے عقل کی رہنمائی میں مخصوص طریقہ کار کے مطابق اپنی تہذیب کی تشکیل کی۔

(3) وہ روسی ماڈل جس نے اپنی مخصوص صنعتی سوچ پر انحصار کرتے ہوئے اپنی ایجاد کردہ مشینوں اور آلات کے ذریعے اپنا معاشرہ تیار کیا ہے۔[20]

اس سب کے باوجود مسلم دنیا نے ابھی تک کوئی ماڈل یا طریقہ کار اختیار نہیں کیا ہے، حالانکہ مالک کو یہ توقع تھی کہ بحیرہ روم سے قربت کی وجہ سے، مسلم دنیا اپنی توجہ مغرب کی طرف مبذول کرے گی اور اپنی ترقی کے لیے مغربی ماڈل استعمال کرنے کی کوشش کرے گی۔ اگرچہ ایسا کرتے ہوئے اسے ایک طرف اپنی پسماندگی اور دوسری طرف تاریخ کی تیز رفتار حرکت کے طریقہ کار کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ چنانچہ مسلم دنیا کی ترقی اور تہذیب کے طلوع کی طرف کی جانے والی کوششوں کی ناکامی کے یہ تین پہلو (نفسیاتی، فکری اور نمونہ) ہیں۔ یہ ناکامی آج تک مسلم دنیا کو پسماندگی کے طوق میں جکڑنے کی ذمہ دار ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مسلم معاشرے میں پسماندگی (التخلف) اور اس کی خصوصیات کے بارے میں مالک کا نظریہ کیا ہے؟

مالکبن نبی کے مطابق پسماندگی "التخلف" کسی معاشرے کے ایک سے زائد افراد کا غیر موثر ہونے کا مجموعہ ہے۔ فی الحقیقت یہ معاشرے کی سطح پر سرگرمی کے فقدان کا نام ہے۔ اسے ماقبل تہذیب انسانوں کی سماجی حالت سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے جس کے مسائل صرف چیزوں تک محدود ہیں۔[21]

مزید برآں مالک بن نبی معاشرہ کی سطح پر دو متضاد حالتوں ترقی اور پسماندگی اور فرد کی سطح پر افادیت اور عدم افادیت کو آپس میں جوڑتے ہیں۔[22] اس طرح انفرادی افادیت کا فقدان پورے معاشرے کی سطح پر پسماندگی کا باعث بنتا ہے جبکہ اس کے برعکس انفرادی افادیت

معاشرے کو ترقی کی طرف لے جاتی ہے۔ مالک کے مطابق پسماندگی کی اپنی جغرافیائی اور تاریخی حیثیتیں ہیں۔ اس کا جغرافیہ تقریباً جنوبی نصف کرہ پر محیط ہے۔[23] تاہم تاریخی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ پسماندگی کے اسباب وعوامل کی دو صورتیں ہیں:

ایک صورت وہ ہے جسے ہم حادثاتی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ کوئی ترقی یافتہ معاشرہ واپس ہو کر پسماندہ ہو جائے۔ الجزائر میں ریاست موحدین کا زوال اس کی بہترین مثال ہے۔

دوسری صورت مستقل جمود کی شکل میں ہے، جیسا کہ ان عوامل کے معاملے میں جنھوں نے اس آبادی کی زندگی کو متاثر کیا ہے جسے قدیم معاشروں کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ استعمار جمود یا پسپائی کا ایک ممکنہ عنصر ہو سکتا ہے۔[24]

مالک بن نبی کے نزدیک معاشی نقطہ نظر سے پسماندگی انسان کے مسائل کے ان بے شمار مظاہر میں سے ایک ہے جس نے کبھی اپنے بنیادی عناصر یعنی تراب اور وقت کو مؤثر طریقے سے استعمال کرنا نہیں سیکھا یا اپنے اسباق کو فراموش کر دیا۔ اس سلسلے میں، اگرچہ اس سلسلے میں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ بطور خاص انسان کا فعال ہونا ہی وہ چیز ہے جو دوسرے تمام عوامل کے کردار کو متعین کرتی ہے. لہٰذا فرد کی فاعلیت میں کمی کا مطلب معاشرے میں پسماندگی کی مقدار میں کمی ہے۔[25]

بہر حال انسان کے مسائل کے حوالے سے مالک کا یہ قول ہے کہ ترقی اور تبدیلی انسان کو خود بدلے بغیر کبھی عملی جامہ نہیں پہنا سکتی۔ مزید برآں، انسان کی اس بات سے ناواقفیت کہ وہ اپنے بنیادی وسائل کو کس طرح استعمال کرے، اور یہ جنگ صفین[26] کے بعد فکر اور ضمیر کے درمیان جدائی کے سبب پیدا ہوئی۔ اس دور سے اسلامی تہذیب نے ایک مختلف رخ اختیار کیا جس نے اسے قرآن کی روح سے دور کر دیا۔ بن نبی کے مطابق یہ اسلامی تہذیب میں بدنظمی اور انحطاط کا نقطہ آغاز تھا۔ روح کی شعاعیں تھم گئیں اور اسلامی تہذیب نے زوال کا سفر شروع کیا اور جب مسلمانوں کے داخلی متضاد عوامل اپنی انتہا کو پہنچے تو مابعد تہذیب معاشرہ وجود میں آیا۔ ایک ایسا نیا معاشرہ وجود میں آیا جس میں عجیب و غریب خصوصیات اور سمتیں ظاہر ہوئیں جسے مالک بن نبی نے "انحطاط" کا مرحلہ قرار دیا۔[27] یہاں تہذیب و تمدن کا زوال شروع ہوتا ہے اور معاشرہ مختلف بیماریوں کا شکار ہوتا ہے، جس کے اہم خدوخال اور سماجی ماحول پر ان کے منفی اثرات کو متعین کرنے کے لیے اس حالت پر غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔[28]

تخلف اور پسماندگی کی اہم خصوصیات

مالک بن نبی نے مسلم امہ کی پسماندگی اور دنیا کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے پر بہت غور خوض کیا۔ انھوں نے اس کے جو مظاہر اور خصوصیات بیان کئے ہیں، اُن کا خلاصہ درج ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

1. فکر اور ثقافت میں تخلّف:

1.1 معاشرے کے افراد کے درمیان تعلقات کا انحطاط:

چونکہ معاشرے میں افراد، خیالات اور وسائل[29] الگ الگ کام نہیں کرتے، بلکہ مشترکہ طور پر کام کرتے ہیں، نظریاتی ماڈلز کے مطابق عالم الافکار (خیالات کی دنیا) سے کوئی ماڈل لے کر اسے عالم الاشیاء (چیزوں کی دنیا) پر عالم الاشخاص (افراد کی دنیا) پر نافذ کیا جاتا ہے۔[30]

مسلم معاشرے کے اندر سوشل نیٹ ورک کی تحلیل کے نتیجے میں ایک طرف فکر میں تقسیم اور ایٹم ازم پیدا ہوگئی جو مالک بن نبی کے مطابق مسلمانوں کی پسماندگی کے دور میں اسلامی فکر کی تشکیل کے لئے ذمہ دار ہے۔ اس کی وجہ سے سوچ و فکر کی درستگی میں کمی، نظریہ اور عمل کے درمیان میں علیحدگی کی وجہ سے تطبیقی سوچ کا فقدان اور فکری جدوجہد کے طریقہ کار سے لاعلمی جیسے مظاہر وجود میں آئے۔

اسی طرح نفسیاتی اور سماجی میدانوں میں ایٹم ازم نے مسلم معاشرے میں جن مظاہر میں حصہ ڈالا ہے، اس کی وجہ سے درج ذیل امور سامنے آئے:

(1) قول اور فعل میں تضاد جیسے رجحان میں اضافہ ہوا۔

(2) ارادوں، کوششوں اور وسائل کا انحطاط پیدا ہوا۔

(3) احساس کمتری پیدا ہوئی۔

(4) تنہائی پسندی کا رجحان بڑھ گیا۔

(5) مسلم دنیا خود کو دوسروں کے سامنے پیش کرنے میں بے حس ثابت ہوئی اور مسلم مفکرین اسلامی اقدار کو دنیا کی دوسری زبانوں میں منتقل کرنے میں ناکام رہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے وقت کے عالمی روحانی ورثے میں اپنا حصہ ڈالنے کا موقع گنوا بیٹھے۔[31]

1.2 مسلم معاشرہ کو اس وقت ثقافتی بحران کا سامنا کرنا پڑا جب اس نے سماجی پابندیوں کے دباؤ سے جان چھڑائی، جو کہ افراد کے رویوں میں انفرادی انحراف کو روکتی ہیں، اور جب مسلم معاشرے نے تنقید کے اس اصول کو ترک کر دیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی ہے کہ "مَنْ رَأَى مِنكُمْ مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ"[32] تم میں سے جو برائی کو دیکھے تو وہ اسے اپنے ہاتھ سے بدلے (یعنی اسے روکے)، اگر ہاتھ سے نہیں روک سکتا تو زبان سے روکے، اگر زبان سے نہیں روک سکتا تو دل ہی میں برا جانے، اور یہ ایمان کا سب سے ادنی درجہ ہے"۔[33]

1.3 مسلم معاشرے کے اندر اخلاقی بحران:

اخلاقی بحران مسلم معاشرہ کو قوت مدافعت اور افکار کے مؤثر ہونے کے لیے ضروری شرائط فراہم کرنے سے قاصر بنا دیتی ہے۔ اس طرح خیالات و افکار یا تو ماحول کی اخلاقی کمزوری کی وجہ سے یا پھر فکری کمزوری کی وجہسے غیر مؤثر ہو جاتے ہیں۔[34]

1.4 بت پرستی:

مسلمان معاشرے کے زوال پذیری کے زمانے یعنی مابعد تہذیب کے دور میں فکر کی عدم موجودگی کی وجہ سے معاشرہ بت پرستی کی طرف لوٹنا شروع ہو گیا۔ عالم الافکار کی عدم موجودگی معاشرے کو صرف دو جہانوں یعنی عالم الاشخاص اور عالم الاشیاء تک محدود کر دیتی ہے۔ معاشرہ یا تو افراد کے گرد یا پھر چیزوں (مادے) کے گرد گھومنے لگتا ہے، جو ایک قسم کی بت پرستی ہے۔ مالک بن نبی کے مطابق مابعد موحدین کا معاشرہ ایک دو جہتی معاشرہ ہے یعنی شخص کی جہت اور شے کی جہت۔ جب فکری جہت ختم ہو جاتی ہے تو حقیقت میں جہالت ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بت پرستی کو جاہلیہ کا نام دیا ہے اور یہ بت پرستی مندرجہ ذیل میں سے کوئی ایک شکل اختیار کرتا ہے:

(ا) تعظیم اور محبت میں غلو: بت پرستی کی ایک شکل یہ ہے کہ کسی ایک فرد کے بارے میں یہ مانا جائے کہ وہ واحد نجات دہندہ ہیں، وہی ایک لیڈر ہے جو عوام کی بہبود اور خوشحالی کا احساس رکھتا ہے۔ افراد اور سیاسی و مذہبی قائدین کی تعظیم میں اس قسم کی مشرکانہ سوچ آج بھی مسلم دنیا میں عام ہے۔[35]

(ب) اندھی تقلید: بت پرستی کا ایک مظہر اندھی تقلید بھی ہے، جس میں دلیل کی جگہ شخصیت کو دیکھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے۔[36]

(ج) احساس ذمہ داری کا فقدان: اس رویہ سے معاشرے کے افراد میں احساس ذمہ داری کا فقدان پیدا ہوتا ہے۔[37]

(د)رومانسیت: بت پرستی کا ایک مظہر معاشرے میں رومانسیت کا فروغ ہے۔[38]

2.معیشت کے میدان میں تخلف(پسماندگی)

مالک بن نبی کی رائے میں معاشی پسماندگی کی ایک خاص تعریف ہے۔ یہ "معاشی شعبے میں وسائل کی قلت کی نشاندہی کرتا ہے۔[39] معاشی پسماندگی سماجی حقیقت کی ایک پریشان کن صورت حال کی نشاندہی کرتی ہے۔" پریشان کن صورت حال کی اصطلاح سماجی حقیقت کی عکاسی کرتی ہے جس کا اظہار پسماندگی کی اصطلاح میں ہوتا ہے "اسی طرح اگر سالانہ اوسط آمدنی کے اعداد و شمار کے تناظر میں دیکھا جائے تو پسماندگی "ماقبل تہذیب میں فرد کی اس سماجی حالت کی نشاندہی کرتی ہے جس میں اس کے مسائل وسائل کی حدود سے تجاوز نہیں کرتے ہیں۔[40]

اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ، مالک بن نبی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ معاشی پسماندگی منفی نفسیاتی پہلو، سماجی حقیقت، وسائل سے متعلق مسائل، انسانی اور اخلاقی پہلوؤں اور وسائل کے غلط استعمال سے تعلق رکھتی ہے۔

شروع سے ہی نو آبادیاتی دور میں مسلمان فرد کو مسلسل محنت کے آلہ کے طور پر استعمال کیا گیا۔ اس کے پاس معاشیات کی عجیب دنیا اور اس کے تصورات، ساخت اور کمائی کے لئے معاشی شعور اور تجربہ کی کمی تھی۔ یوں اپنا معاشی شعور کھو دینے سے، مسلمان یہ سوچ کر کہ یہی معاشی ترقی ہے، اس نے "عناصر" کی بجائے "ضرورتوں" کے پیچھے چلنے پر مجبور ہو گیا۔ اس سلسلے میں ان کی ترقی نے مندرجہ ذیل مراحل طے کئے:

پہلا مرحلہ:

اس عرصے میں مسلمان ان "ضروریات" کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کی جو دوسروں کی زندگی سے پوشیدہ ہوتی تھیں۔ لیکن انہوں نے ان ضروریات کو پورا کرنے کے ذرائع وضع کرنے یا اس کے راستے تلاش کرنے کی پرواہ نہیں کی۔

دوسرا مرحلہ:

سیاسی آزادی کے بعد، مسلمانوں نے قومی خود مختاری کو خطرے میں ڈال کر غیر ملکی مصنوعات کی بے تحاشا درآمد شروع کر دی۔ اس طرح انھوں نے کم از کم نظریاتی طور پر (theoretically) دوسروں کے تجربات اور تجربات سے بنائے گئے خیالات کو پروموٹ کیا۔ پڑھے لکھے اشرافیہ نے یا تو ایڈم سمتھ[41] کی لبرل ازم یا مارکس کی مادیت پسندی کو اپنا لیا گویا یہی معاشی مسائل کا واحد حل ہیں۔[42] لبرل ازم اور مادیت پرستی دونوں کی ماضی کی کامیابیوں یا ناکامیوں پر کوئی غور نہیں کیا گیا۔

مالک بن نبی کے مطابق سوال یہ تھا اور اب بھی ہے کہ مسلم معاشرے کو ایک ایسے کلچر میں کیسے ڈھالا جائے جو اسے اپنی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کو مناسب طور پر استعمال کرنے کے قابل بنائے تاکہ مسلم فرد کو ایک سماجی مساوات کے مطابق متحرک کر سکے اور اسے کسی بھی معاشی اسکیم کو کامیاب بنانا سکھائیں۔

مالک بن نبی کے مطابق مسلم دنیامیں تعلیمیافتہطبقہ مزید دو گروہوں میں تقسیم ہو گیا:

(1) ایک وہ ترقی پسند مارکسسٹ جو مذہب سے لاتعلق تھے۔

(2) دوسرے وہ لبرل جو مذہبی بنیادوں پر مادیت اور الحاد کے مخالف تھے۔[43]

جس وقت مغرب میں معیشت کو سماجی زندگی کی بنیاد سمجھا جاتا رہا اور سماجی زندگی کو منظم کرنے والا ایک اہم اصول کے طور پر اسے بروئے کار لایا گیا، مالک بن نبی کے مطابق اس وقت مشرق اس کے برعکس فطری اور غیر منظم معیشت کے مرحلے میں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نظریات بھی جن کے واضح معاشی اثرات تاریخ نے بھی ثابت کئے جیسے ابن خلدون کا نظریہ، گزشتہ صدی کے آخر تک اسلامی ثقافت میں غیر

فعال رہے۔ اس سب کے باوجود مشرقی معاشرہ اپنی داخلی ضروریات کے اثرات سے وضع کردہ معاشی نظریہ سامنے لانے میں ناکام رہا، جب کہ مغرب میں سرمایہ داری اور کمیونزم دونوں کو سامنے لایا گیا۔

پسماندہ اسلامی معیشت کے مسائل

مالک بن نبی نے اسلامی ممالک کے پسماندہ معاشی صورت حال پر تفصیلی بات کی ہے، انھوں نے مسلمانوں کی معیشت کے درج ذیل مسائل کا تذکرہ کیا ہے:

1- بہتر زرعی آلات اور اوزار کا فقدان۔

2- خراب زرعی ملکیتی نظام اور زرعی منصوبہ بندی کی عدم موجودگی۔

3- مسلم دنیا میں واقع وسیع صحرائی زمین کی موجودگی سے پیدا ہونے والے سخت قدرتی حالات، جن میں بنجر اور نیم بنجر زمینیں شامل ہیں۔

4- زرعی مصنوعات کی کمی جو ملک کو صنعت کاری کی طرف منتقل کرنے کا موقع دیتی ہے۔

5- زیادہ تر مسلم ممالک کو اپنی پیداوار کا خام مال برآمد کرنا پڑتا ہے، کیونکہ ان کے پاس مقامی طور پر اسے تیار کرنے کے ذرائع نہیں ہیں، جس کی وجہ معاشی شعور کی کمی ہے، جو مالک بن نبی کے مطابق ایک ثقافتی مسئلہ ہے۔ نیز مسلمانوں کے اندر تکنیکی مہارت کی کمی ہے جو سماجی فریم ورک کی کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہے۔ سماجی فریم ورک سے مسلم دنیا میں ایسی ٹریننگ کروائی جاسکتی ہے جو تکنیکی سِکل پیدا کرسکے۔

6- مسلمانوں کو حاصل سیاسی آزادی کے باوجود مغرب پر معاشی انحصار کرنا۔

7- کافی تکنیکی ماہرین کی کمی جو وسیع پیمانے پر ناخواندگی اور ٹیکنیکل اور دستی مزدوری کی حوصلہ شکنی کے رجحانات کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔

8- آبادی میں اضافے کا دباؤ۔

9- خام مال کی مارکیٹنگ اور قیمت کے تعین کے مسائل وغیرہ۔[44]

مالک بن نبی کے نزدیک ان صورتوں میں طلب اور رسد کے قوانین کے مطابق خام مال کی قیمتیں مقرر نہیں ہوتیں، بلکہ اشیاء کی قیمتوں کا تعین درآمد کنندہ کی سیاسی، مالیاتی اور تزویراتی مفادات کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ اس لیے متعلقہ اداروں کی طرف سے قیمتیں اس تناسب کے مطابق مقرر کی جاتی ہیں جو ٹرسٹ اور یورپی تاجر دونوں کے مفاد میں ہوں، جو ایک ہاتھ سے خام مال برآمد کرتے ہیں، دوسرے ہاتھ سے اسے تیار شدہ مصنوعات میں تبدیل کرکے پسماندہ ممالک میں مہنگے داموں فروخت کرتے ہیں۔ اس وجہ سے مالک بن نبی نے خام مال کو ایسے رشتے سے آزاد کرنے کی تجویز پیش کی ہے جو اسے بازار کے حالات کے رحم وکرم پر یرغمال بنائے۔ اُن کے مطابق کسی بھی کرنسی کو اکیلے اجناس کی قیمتوں کے تعین کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

نتائج:(Findings)

1. مذہب تہذیب کی بنیاد ہے: مالک بن نبی کے مطابق مذہب صرف روحانی رہنمائی نہیں بلکہ تہذیب کی فکری اور عملی اساس فراہم کرتا ہے۔

2. تہذیب کا زوال داخلی عوامل کی بنا پر ہوتا ہے :زوال کے تین مراحل (روحانی، فکری، جبلی) معاشرتی و انفرادی بگاڑ کی عکاسی کرتے ہیں۔

3. اسلامی نشاۃ ثانیہ کی ناکامی کی بڑی وجہ فکری و عملی ابہام ہے :مسلم مفکرین واضح اہداف، مسائل کی درست تشخیص اور قابلِ عمل ماڈل فراہم کرنے میں ناکام رہے۔

4. پسماندگی صرف معاشی مسئلہ نہیں، بلکہ فکری و ثقافتی بحران ہے : Bennabi کے مطابق مسلم دنیا کی معاشی کمزوری تہذیبی زوال کا نتیجہ ہے، نہ کہ علت۔

5. تہذیب کی بحالی کے لیے روحانی و ثقافتی تجدید ناگزیر ہے :صرف مادی ترقی کافی نہیں، بلکہ فکر، اقدار اور نظریاتی ہم آہنگی ضروری ہے۔

سفارشات:(Recommendations)

1. فکری تجدید کو اسلامی معاشروں کی پالیسی کا حصہ بنایا جائے تاکہ مذہب، ثقافت اور نظریہ میں ہم آہنگی پیدا ہو۔
2. تعلیم میں اسلامی تہذیبی فکر کو شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل تہذیبی بحران کی جڑیں پہچان سکے۔
3. اسلامی نشاۃ ثانیہ کے لیے واضح اہداف اور قابلِ عمل منصوبہ بندی کی جائے جو صرف مغربی تقلید پر نہ ہو بلکہ داخلی قوتوں پر مبنی ہو۔
4. ثقافتی ونفسیاتی بحالی کے لیے معاشرتی سطح پر پروگرامز شروع کیے جائیں تاکہ فرد کی صلاحیت کو تہذیبی مقاصد کے لیے منظم کیا جاسکے۔
5. اقتصادی ترقی کے لیے صرف درآمدی ماڈلز کی بجائے اسلامی اصولوں پر مبنی معاشی ماڈل تیار کیے جائیں تاکہ مقامی ضروریات اور اقدار کے مطابق ترقی ہو سکے۔

حوالہ جات

---

[1] ۔الک بن نبی، **مشکلۃ الثقافۃ** (دمشق، دار الفکر، 1959ء)، ص:65۔

[2] ۔**الظاہرۃ القرآنیۃ** (بیروت: دار الفکر و دمشق: دار الفکر المعاصر، ط:4، 1987ء)، ص: 52۔

[3] ۔مالک بن نبی، **آفاق جزائریۃ** (دمشق: دار الفکر، 1964ء)، ص: 129.

[4] ۔مالک بن نبی، **مشکلۃ الافکار فی العالم الاسلامی** (قاہرہ: مکتبۃ عمار، 1971ء)، ص:129۔

[5] ۔مالک بن نبی، **آفاق جزائریۃ**، ص:78۔

[6] ۔مالک بن نبی، **شروط النھضۃ**، دار الفکر، بیروت، 1986ء ص:51۔

[7] ۔مالک بن نبی، **مشکلۃ الافکار**، ص:43-44۔

[8] ۔ایضا، ص:62-63۔

[9] ۔ایضا، ص:98۔

[10] ۔**شروط النھضۃ**، ص:53۔

[11] ۔**آفاق** جزائریۃ، ص:77۔

[12]۔مالک بن نبی، **شروط النھضۃ**، ص:21۔

[13]۔مالک بن نبی، **تأملات** (بیروت و دمشق، دار الفکر، ط:1، 1979ء اعادہ:2002ء)۔185۔

[14]۔مالک بن نبی، **شروط النھضۃ**، ص:41۔

[15]۔ایضا، ص:44۔

[16]۔مالک بن نبی، **وجھۃ العالم الاسلامی**، ص:36۔

[17]۔ایضا، ص:189۔

[18]۔ایضا، ص:189۔

[19]۔ایضا، ص:193۔

[20]۔ فکرۃ الافریقیۃ، ص:82-83۔

[21]۔مالک بن نبی، **تاملات**، ص:58۔

[22]۔ایضا، ص:83۔

[23]۔ایضا، ص:84۔

[24]۔ایضا، ص:83۔

[25]۔ایضا، ص:84۔

[26]۔ صفین شام کے مشرق میں واقع ایک مقام کا نام ہے، یہاں ہجرت کے 37ویں سال حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ ہوئی جس میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے جن میں صحابہ کرام کی بڑی تعداد تھی۔

[27]۔مالک بن نبی، **وجھۃ العالمالاسلامی**، ص:25۔27۔

[28]۔مالک بن نبی، **مشکلۃ الثقافۃ**، ص:12۔13۔

[29]۔مالک بن نبی کے مطابق معاشرہ تین بنیادوں پر کھڑا ہے: عالم الاشخاص، عالم الافکار اور عالم الاشیاء، یہاں ان تینوں کی طرف اشارہ ہے۔

[30]۔مالک بن نبی، **میلاد مجتمع**، ص:25۔

[31]۔مالک بن نبی، **فی مھب المعرکۃ** (بیروت: دار الفکر المعاصر، ط:3، 1981ء)، ص:169-170۔

[32]۔امام مسلم، **صحیح مسلم** (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، د-ج)، حدیث نمبر:78۔

[33]۔مالک بن نبی، **مشکلۃ الثقافۃ**، ص:91۔

[34]۔مالک بن نبی، **الصراع الفکری فی البلاد المستعمرۃ** (بیروت: دار الفکر، 1981ء)، ص:

[35]۔مالک بن نبی، **شروط النھضۃ**، ص:158۔

[36]۔مالک بن نبی، **فکرۃ الافریقیۃ**، ص:78۔

[37]۔مالک بن نبی، **تاملات**، ص:166۔

[38]۔مالک بن نبی، **وجھۃ العالم الاسلامی**، ص:54۔ یہ مالک بن نبی کی کتاب Vocation de l islam کا عربی ترجمہ ہے جو عبد الصبور شاہین نے کیا ہے۔ اس کتاب کا ایک ترجمہ "مستقبل الاسلام" کے نام سے شعبان برکات اور ایک "نداء الاسلام" کے عنوان سے رمضان لاوندنے کیا ہے

[39]۔مالک بن نبی، **المسلم فی عالم الاقتصاد**(دمشق وبیروت: دار الفکر المعاصر، ط:3، 1987ء)، ص:39۔

[40]۔مالک بنبی، **تاملات**، ص:81۔

[41]۔ ایڈم سمتھ (Adam Smith)ایک برطانوی ماہر معاشیات اور فلسفی تھے۔ 1723ء کو سکاٹ لینڈ میں پیدا ہوئے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ گلاسگو یونیورسٹی میں فلسفے کے استاد رہے۔ اس کی وجہ شہرت اس کی کتاب The wealth of Nation ہے جو پہلی دفعہ 1776ء میں چھپی تھی۔ سمتھ نے سونے کی بجائے تعلیم یافتہ، ہنر مند اور محنتی افراد کو کسی ملک کی اصل دولت قرار دی۔ اس نے پرانے دور کی پابندیوں کی مخالفت کی جو صنعتی انقلاب کی راہ میں رکاوٹ تھیں۔ اس نے تھیوری پیش کی کہ اگر کام کو تقسیم کر دیا جائے تو پیدوار زیادہ ہو سکتی ہے۔ تفصیلی تعارف کے لئے دیکھئے:
https://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%A2%D8%AF%D9%85_%D8%B3%D9%85%D8%AA%DA%BE

[42]۔مالک بن نبی، **المسلم فی عالم الاقتصاد**(بیروت: دار الفکر، 1987ء)۔ ص: 7۔

[43]۔ایضا، ص:8-9۔

[44]۔مالک بن نبی، **المسلم فی عالم الاقتصاد**، ص:30تا50۔